محکمات قرآنی اور اقبال

علی ذو علم

اسلام کی ثقافتی اور روحانی اقدار' ان اصولی بنیادوں پر استوار کی گئی ہیں ' جو اصول انسانی بصیرت کو جہان ہستی کی شکل دیتے ہیں اگر ہم اسلام کی اخلاقی اور ثقافتی اقدار ومعیارات کو انسانی معاشرے پر لاگو اور نافذ کریں 'تو سب سے پہلے ہمیں اسلام کے دنیوی تصور اور نقطہ نظر کو مجسم اور بیان کرنا ہوگا' تاکہ اس کے سہارے اقدار کے نتائج کو نہ صرف یہ کہ قبول کرلیا جائے بلکہ یہ انسانی اذہان اور قلوب کو پسند بھی آئے ۔

جب ہم اسلامی فکر کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے فحاشی اور بدعنوانی کے مقابلے میں عفت و پاکدامنی ' جارحیت وتعدی کے مقابلے میں عدل وانصاف ' منافقت اور دوغلے پن کے مقابلے میں سچائی اور راست گوئی ' سستی اور کاہلی کے مقابلے میں کام اور جدوجہد اور مختصر یہ کہ زوال کے مقابلے میں اعلیٰ انسانی اقدار پر زور دیتے اور ان کی وصیت کرتے ہیں تو ہمارے ہاں اس سے قبل ان اقدار کے متناسب بصیرت اور نقطہ نظر موجود ہونا چاہیے ۔

علامہ اقبال مشرقی معاشروں کی تحریک کے نقطہ آغاز کو مغربی فکر سے آزادی اور رہائی ' سوچ کی اصلاح اور فکری انقلاب سمجھتے ہیں اور علی الاعلان کہتے ہیں :

چون شود اندیشه قومی خراب

ناسرہ گرددبہ دستش سیم ناب
پس نخستین بایدش تطہیر فکر
بعد از آن آسان شود تعمیر فکر (۱)

علامہ اقبال سوچ کی اصلاح اور فکر کی تطہیر کے لئے اپنے منظوم یا نثری آثار میں جگہ جگہ اسلامی بصیرت کے اصولوں اور فکری بنیادوں کو بیان کرنے کی طرف توجہ دیتے ہیں۔

علامہ اقبال نے اپنی کتاب "اسلام میں دینی فکر کا احیاء" جو اسلام کے متعلق ان کی سات پر مغز تقاریر کا مجموعہ ہے نیز انہوں نے اپنے دوسرے بکھرے ہوئے آثار اور اشعار میں بھی کوشش کی ہے کہ ان بنیادوں اور اصولوں کو بیان کریں۔

اقبال کا بہترین غوروفکر اور شاید جامع ترین اصول "جاوید نامہ" میں موجود ہے ' علامہ اقبال عالم قرآنی کے محکمات کے عنوان سے چار اصول بیان کرتے اور ان میں سے ہر ایک کے لئے قرآنی آیات اور سیرت نبوی سے سند لاتے ہیں' یہ چار اصول خلافت آدم' حکومت الہٰی' ارض ملک خدا ہے اور "حکمت خیر کثیر ہے" سے عبارت ہیں ' البتہ یہ چار اصول یا علامہ اقبال کی تعبیر کے مطابق عالم قرآنی کے محکمات حقیقی توحید کی بنیاد کا نتیجہ ہیں اور ان کا ارتقاء اور بنیاد اس پر ہے۔ قرآنی عالم حقیقت میں وہی الہٰی تصور کائنات اور روحانی فکری فضا ہے ' جو قرآن نے انسان کے لئے متشکل کی ہے ' یہ فکری فضا اور تصور کائنات کلام وحی کے علاوہ کسی اور فکر کے ساتھ مجسم نہیں ہوسکتا ' انسانی سوچ اور فکر' کمال کے جتنے مراحل ومراتب طے کرلے ' پھر بھی جو دکھائی دیتا ہے ' انسانی سوچ اور عقلی حصار کے اندر محصور اور محدود ہے ' لیکن جس جہاں کو قرآن نے بیان کیا ہے اور اس کا خاکہ کھینچا ہے ' وہ بلند وبیکراں عالم ہے اور دراصل حقیقی بصیرت اور جہاں ہستی کے بارے میں حقیقت' وہی عالم قرآن ہے۔ اس عالم میں جو ارکان اور اصول بیان ہوئے ہیں ' علامہ اقبال ان میں سے چار ارکان کو ان کے محکمات شمار کرتے ہیں' اگر ان اصولوں کی گہرائی میں جھانکا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اصول و فروع دین اور اسلامی ثقافتی اور اخلاقی اقدار کے اصول انہی چار قرآنی محکمات میں مضمر ہیں اور اگر یہ محکمات مسلمانوں کے اذہان وقلوب میں رسوخ کر جائیں تو اس وقت اسلام کی ثقافتی اصالتوں کو مسلمان بخوبی درک کر سکیں گے اور ان کے بارے میں علمی اور عملی اقدامات بجالا سکیں گے۔

علامہ اقبال علی الاعلان اس بات پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں: کہ اگر انسانی دنیا قرآنی اصول پر

' قدروقیمت' غرض وغایت اور تعین تعریف اسی اصل کی بنیاد پر ہے ' قرآن کی مختلف آیات میں اس اصل کی وضاحت کی گئی ہے اور علامہ اقبال کی تعبیر کے مطابق قرآنی محکمات میں سے ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(۴)

(جب خداوندتعالیٰ نے ملائکہ سے کہا: میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں ملائکہ نے کہا اس کو خلیفہ بنانا چاہتے ہو جو زمین میں فساد کرے گا اور خون ریزی کرے گا؟ جب کہ ہم تمہاری حمدوثنا بجا لاتے ہیں ' خداوندتعالیٰ نے فرمایا: میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔)

اور انسان کے اسی خلیفہ ہونے کی بنیاد پر خداوندتعالیٰ نے اپنی روح اس میں پھونکی اور پھر ملائکہ کو حکم دیا کہ اس کو سجدہ کرو۔

فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ(۵)

(اور جب آدم کا ڈھانچہ تیار کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں' اس کے لئے سجدہ گزار بنو)

قرآن نے اس مضمون کو سورہ انعام کی آیت ۱۶۵ ' سورہ نمل آیت: ۶۲ اور سورہ فاطر آیت: ۳۹ میں بیان کیا ہے اور بنی آدم کو یاد دلایا گیا ہے کہ وہ زمین میں خدا کے خلیفے قرار دیے گئے ہیں۔

بہرکیف انسان کو جو یہ مقام ومنصب دیا گیا' اس کے ساتھ ساتھ اس کے فرائض اور اہداف بھی شامل ہیں جو انسان کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ انسان کی یہ تعریف ' مغربی دنیا اور انسان کے مادی تصور کائنات سے مکمل مختلف ہے۔ مغرب کی نگاہ میں انسان ایک مادی اور بے ہدف وجود ہے اور علامہ اقبال کی تعبیر کے لحاظ سے:

در نگاهش آدمی آب وگل است
کاروان زندگی بی منزل است(۶)

انسان کے بارے میں مغربی دنیا کے نظریات اس کے عالم زندگی کے مبداء سے جدائی کی بنیاد پر

بنائی جائے تو پھر ان محکمات کو انتخاب کرنا چاہیے اور انہی پر یقین کرنا چاہیے اور اس کی بنیاد پر خود سازی ' معاشرے اور حکومت کی تشکیل اور اسے چلانے کی طرف توجہ کرنی چاہیے تاکہ جو دنیا وجود میں آئے ' وہ قرآنی دنیا ہو ۔

اسی بناء پر جس طرح ہمارے اسلاف میں سے حکماء وعرفاء نے حکمت وعرفان اور اس کے ثمرات اور نتائج اور عالم ذہنی کو عالم عینی پر انطباق کرتے ہوئے انسانی حرکت کو عالم ہستی کی حقیقت کی حرکت کے راستے سے ہم آہنگ اور مشابہ سمجھا ہے ۔ اصول محکم وہ ہے جو انسانی معاشرے کو قرآنی معاشرے میں ڈھالتا ہے۔ اقبال نے الٰہی تصور کائنات کو جسے صرف قرآن پیش کرتا ہے ' تسلیم کیا ہے اور اس کا عقیدہ ہے کہ اگر ہماری کشتی وجود ' حقیقی ناخدا پیدا کرے تو منزل پر پہنچ جائے گی ۔

زورق ما خاکیان بی ناخداست
کس نداند عالم قرآن کجا است(۲)

اقبال نے عالم قرآنی کو اس طرح بیان کیا ہے :

عالمی بی امتیاز از خون ورنگ — شام او روشن تر از صبح فرنگ
عالمی پاک ازسلاطین و عبید — چون دل مومن کرانش ناپدید

اقبال کی نظر میں اہم نکتہ یہ ہے کہ یہ قرآنی اصول ومحکمات فطری ہیں اور تمام انسان غور وفکر کرکے ان کی حقیقت تک پہنچ جائیں گے اور انہیں قبول کرلیں گے۔ اس نکتے میں غور طلب بات یہ ہے کہ انسانی معاشرے کی بصیرت اور چال چلن کی اصلاح کی خاطر' معاشرے پر ناامیدی اور یاس کا سایہ نہ پڑنے دیں اور ان اصولوں اور محکمات کے بیان اور تبلیغ کے لئے جس ذمہ داری کے قائل ہیں ' اسے حسن وخوبی اور سنجیدگی سے آگے بڑھائیں ۔ اگر ان قرآنی محکمات کی قدرتی اور داخلی جڑیں ' انسان کے وجود میں موجود ہوں تو ان سے قریب ہونے کے لئے صرف ان کی طرف دعوت دیں اور ان کو سچائی کی طرف بلائیں اور پھر اسی طرح ان کی تبلیغ سے ان کے مخلص پیروکار اور فداکار پیدا ہوں اور دین حق پھیلے ۔

اندرون تست آن عالم نگر
می دهم از محکمات اوخبر(۳)

ان چار بنیادوں میں سے پہلی بنیاد آدم کی خلافت ہے ' انسان خلیفتہ اللہ ہے اس کا مقام ' کردار

ہیں ' مغرب کی نگاہ میں انسان ایک ایسا آزاد اور خود مختار وجود ہے ' جس کا تکوینی ' تشریعی کسی قسم کا عالم ماوراء الطبیعت سے کوئی رابطہ نہیں اور اس بناء پر وہ اپنی تقدیر کا تعین خود کرسکتا ہے اور اس میں اسے وحی الٰہی کی کوئی ضرورت نہیں ' انسان مغرب کی نگاہوں میں ایک آزاد اور رہائی یافتہ وجود ہے اور جو کچھ چاہے کرے ' اس پر کوئی قدغن نہیں ' صرف اس شرط پر کہ وہ دوسروں کے مفادات کو ٹھیس نہ پہنچائے ' انسان کے لئے ذمہ داری اور فرائض کا ان کے ہاں کوئی مفہوم نہیں اور لیبرل ازم جو مغربی فکر کا انسان کے بارے میں انتہائی نچوڑ ہے ' اس نے اسی بصیرت سے سرچشمہ لیا ہے ' اگر عالم قرآنی میں انسان خلیفۃ اللہ ہے ' تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کوئی آزاد اور خود مختار وجود نہیں ' اگرچہ انسان دین اور راہ زندگی کے انتخاب میں آزاد ہے اور قرآن علی الاعلان فرماتا ہے :

لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ(۷)

دین میں کوئی جبر و اکراہ نہیں ہے (کیونکہ) صحیح راستہ ٹیڑھے راستے سے جدا اور آشکار ہو چکا ہے۔

لیکن جو تنہا وہ راستہ کہ جو انسان کو منزل مقصود پر پہنچا دیتا ہے ' وہ اسلام ہے کہ :

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ(۸)

اور جو کوئی اسلام کے علاوہ اپنے لئے کوئی دین انتخاب کرے تو وہ اس سے قبول نہیں ہو گا۔

علامہ اقبال کی نظر میں یعنی خلافت الٰہی' اسلام میں خالص عرفانی فکر کی جڑ ہے ۔ انسان چونکہ خلیفۃ اللہ ہے وہ عرفانی ' خود سازی اور اخلاقی قدروں کی طرف جاتا ھے ' اخلاق الٰہی میں رنگا جانا ' اس وقت قابل بحث ہے کہ انسان کی خلافت الٰہی قبول کی جائے اور یہ خلافت الٰہی ہے کہ انسان کو تمام کائنات کا محور بناتی ہے اور خطاب خَلَقْتُ الْاَشْیَاءَ لِاَجْلِكَ کا مورد بناتی ہے
(ہر چیز کو تیرے لئے خلق کیا)۔

حرف انی جاعل تقدیر او !
از زمین تا آسمان تفسیراو
مرگ وقبر وحشر ونشر احوال او
نورو نار آن جہاں اعمال اوست

او امام او صلوات او حرم
مداد و کتاب واو قلم

انسان کی ایسی تفسیر جو اسے ہستی کا ہدف اور محور قرار دیتی ہے۔ مغرب میں انسان کی ایسی تفسیر کی جاتی ہے جو اسے صرف ایک زمینی وجود کی حد تک تنزل دیتی ہے اور اس کے لئے کوئی قدروقیمت کی قائل نہیں' انسان کے بارے میں مغرب کا اندیشہ فکر اسلامی اندیشہ فکر سے متفاوت ہے۔

یہ اصول "خلافت آدم" ہے جو نبوت ورسالت الہیٰ کی بھی تفسیر کرتا ہے اور مسئلہ ولایت الہیٰ جو مسئلہ نبوت کا ہمزاد ہے کو بھی بیان کرتا ہے اور اسی طرح انسان کی تربیت میں اندرونی غور وفکر' خود سازی' خلوت میں جانا اور علم وعشق کا تفاوت اسی اصول میں واضح ہوجاتا ہے۔

مصطفٰی اندر حرا خلوت گزید
بی گمان جز خویشتن را او ندید
نقش ما را دردل او ریختند
ملتی از خلوتش انگیختند

اس اصول کے قابل غور نتائج ہیں کہ مرد وعورت ہر دو خدا کے خلیفہ ہیں لہٰذا ان میں جوہری اور ذاتی فرق کوئی معین نہیں بلکہ اس بصیرت میں عورت ایک لحاظ سے برتر اور عالی مقام ہے کہ اس کے فرائض میں نسل آدم کو جاری رکھنا اور اس کی تربیت اور پرورش شامل ہیں۔

مرد و زن وابستہ یکدیگرند
کائنات شوق را صورت گرند
زن نگہدارندہ نار حیات
فطرت اولوح اسرار حیات

اسی بصیرت میں اسلامی ثقافت کی اہم ترین اقدار کی جھلک دکھائی دیتی ہے اور عورت کے کردار کو اسے لوٹا دیتی ہے۔ ایک اہم موضوع جو موجودہ زمانے میں مغرب کی ثقافتی یلغار کا محور ہے اور افسوس ہے کہ اسلامی معاشرے میں مفکرین کی جدوجہد کے برعکس بعض روشن خیال خواتین کے طبقات میں ابھی تک اس پر یقین نہیں گیا گیا۔

عالم قرآنی کا دوسرا محکم اصول' اصول حکومت اسلامی ہے۔

بندہ حق بی نیاز از ہر مقام
نی غلام اورانہ اوکس را غلام
بندہ حق مرد آزاد است وبس
ملک وآئینش خدا داد است وبس
رسم وراہ ودین وآئینش زحق
زشت وخوب و تلخ و نوشینش زحق
عقل خود بین غافل ازبہبود غیر
سود خود بیند نبیند سود غیر(۹)

علامہ اقبال قرآن کریم کی ان بہت سے آیات سے متمسک ہوتے ہوئے ' جو حکومت کو صرف خدا کے لئے مخصوص جانتی ہیں اور انسانی معاشروں کے لئے قانون سازی کے حق کو حضرت باری تعالیٰ کے لئے مختص سمجھتی ہیں ' اس اصول پر بحث کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں مغرب کے تجویز کردہ سیاسی ' معاشرتی نظام کو انسانی معاشروں کے لئے انحطاط ' روحانی موت کا موجب سمجھتے ہیں ۔ قرآن کریم متعدد آیات میں غیر الٰہی احکام کے ذریعے سے حکومت اور قضاوت کو ظلم اور فسق شمار کرتا ہے۔ سورہ مبارکہ مائدہ کی ۴۴ ' ۴۵ اور ۴۷ آیات میں اس امر کی وضاحت وتشریح کردی گئی ہے ایک اور آیت میں ارشاد ہے :

اِنِ الحُکمُ اِلاّ لِلّٰہِ (۱۰)

حکم و فرمان جاری کرنا صرف اللہ ہی کے اختیار میں ہے ۔

اس سے مربوط حکومت اور قوانین ' بے شک وحی الٰہی کی منشا کے مطابق ہونے چاہیں

اَلحَقُّ مِن رَّبِّکَ فَلاَ تَکُونَنَّ مِنَ المُمتَرِینَ"(۱۱)

(حق تیرے پروردگار کی طرف سے ہے ' پس تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جا۔)

اگر اسلامی معاشروں کی سرنوشت اور تقدیر میں سیاسی اور معاشرتی نظام کی اہمیت اور تاثیر پر توجہ دی جائے تو معلوم ہوگا کہ اصول حکومت کیوں بنیادی اور خالص اسلامی ثقافت کی اہم بنیادوں میں سے ایک ہے اور حکومت کے الٰہی ہونے پر زور اور تاکید کیوں کی جاتی ہے اس کے علاوہ استعمار اور ان کے ایجنٹوں کی اس محکم قرآنی اصول کی مخالفت اور اس کی اصول کی مخالفت اور انکار میں سینکڑوں سالوں

کی جدوجہد اس اصول کے کردار کو زیادہ واضح اور روشن کر دیتی ہے۔

اسلامی معاشروں کے حکومتی نظام کا تعین ' یعنی قانون سازی کا مطلق خدائی حق اور قرآن کریم سے حاکم اسلامی کی شرائط وضوابط کا تعین جو مختلف قرآنی آیات میں آیا ہے ' یہ واضح کرتا ہے کہ اسلام حکومت اور سیاسی نظام سے ہرگز بے پرواہ نہیں رہا ہے۔ بے شک علامہ اقبال اجتہاد کے اصول کو اسلام کے ایک حیاتی اصول کے طور پر تائید وحمایت کرتے ہیں اور احکام اسلامی کی استمرار اور ان کے اعتبار اور ساکھ کے ثبات ودوام اور قدروقیمت کی تشریح وتصریح کے ضمن میں ثابت وقائم قوانین کی جستجو اور ان کے انطباق کو اصول اجتہاد کے قبول کرنے کے ہمراہ ' زندگی کے متغیر حالات کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔

اقبال حکومت الہیہ کے اصول سے منہ موڑنے کو معاشرے میں ظلم وستم ' طبقاتی اختلاف واستحصال اور جبروتوسیع پسندی موجب سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کو درد و سوز کے ساتھ یہ وارننگ دیتے ہیں کہ مبادا قانون اسلامی کی بجائے مغرب کے قانون سے متوسل ہوں اور مغرب کی تقلید وپیروی کریں۔

وای بر دستور جمہور فرنگ
مردہ ترشد مردہ از صور فرنگ
ای بہ تقلیدش اسیر آزاد شو
دامن قرآن بگیر آزاد شو(۱۲)

علامہ اقبال کی رائے میں مسئلہ امامت اور اسلامی معاشروں کی سیاسی ومعاشرتی رہبری ایک فرعی مسئلہ نہیں بلکہ قرآن کا محکم اصول ہے اور اسلامی دنیا کی تعمیراور دینی ثقافت کو قائم کرنے کے لئے اس اصول سے غافل نہیں رہا جاسکتا۔ امت اسلامی کا گذشتہ چند دہائیوں خصوصاً دو دہائیوں کا تجربہ یہ دکھاتا ہے کہ اقبال کا ادراک اور تجزیہ مکمل طور پر درست تھا۔ مغرب کے سیاسی نظام کی ایران کے اسلامی انقلاب سے مخالفت وحساسیت کی یہ وجہ رہی ہے کہ یہ انقلاب حکومت الہٰی کو ایک اسلامی ملک کی صورت میں عملی جامہ پہنا سکا اور مسلمانوں کے دنیاوی امور نظم ونسق کو دین کی توانائی وقدرت سے چلانے کو عمل کے ذریعے ثابت کرسکا ہے۔

اجمالاً یہ کہا جانا چاہیے کہ اسلامی ایران میں جو سیاسی نظام "ولایت فقیہ" کے عنوان سے

صورت پذیر ہوا ہے ' وہی ہے جس کی خصوصیت علامہ اقبال اس حصے میں بیان کرتے ہیں ' "حاکم اسلامی کا عدل" اور "شریعت اسلام کے معیار اور ضوابط" جو کہ نظام ولایت فقیہ کے دو اصولی محور ہیں جس پر علامہ اقبال کی حکومت الہی کی بیان کردہ خصوصیات میں صریح طور پر بحث کی گئی ہے ۔

اگر ذمہ دار اور متعہد مسلمان روشن خیال علماء یہ چاہتے ہوں کہ خالص اسلامی قدروں کے بارے میں اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو جان لیں اور ان پر عمل کریں ' تو علامہ اقبال کی رائے میں ان وظائف وفرائض میں سے ایک اسلامی معاشروں میں حکومت کے اہم اور حیاتیاتی کردار کا تبیین اور واضح کرنا ہے اور اس کے اصول کو عملی شکل دینے کے لئے لوگوں کو اس طرف لے جانا اور انہیں مغربی سیاسی نظام سے کرانا ہے ۔

لائق اور باصلاحیت اولی الامر کی شناخت اور اس کی اطاعت خداوند متعال اور رسول خدا کی اطاعت کا ہی راستہ ہے ۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا ہے :

يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (۱۳)

(اے لوگوں جو ایمان لائے ہو ' خدا کی اطاعت کرو اور نیز رسول اور اولی الامر کی اطاعت کرو ۔)

تیسرا اصول یہ ہے کہ "زمین خدا کی ملکیت ہے" قرآن کریم نے مختلف آیات میں گوناگوں تعبیروں کے ساتھ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں موجود ہے' کو خدا کی ملکیت قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے :

"لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ" (۱۴)

اللہ کی نعمتوں اور فطرتی عطیات اور بخششوں کے متعلق اسلام کی بصیرت کیا ہے ؟ آیا قدرتی وسائل اور عطیات کا حقیقی مالک انسان ہے یا ان کا حقیقی مالک خدا ہے اور انسان ایک الہی امین کے طور پر ان فطری وسائل سے چند روز کے لئے اپنے اور دوسروں کو کمال تک پہنچانے کے لئے استفادہ کرتا ہے یا اسی دنیا اور اس کے وسائل کو ہی اپنا مقصد اور ہدف قرار دیتا ہے؟ اسلام پہلے والے نظریئے کو اپنانے کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر انسانی تاریخ میں جنگوں اور جھگڑوں کے اسباب پر غور کیا جائے ۔ تو پتہ چلے گا کہ ان جھگڑوں اور فسادوں کی بڑی وجہ یہ تھی کہ انسان دنیا اور اس کے وسائل وعطیات کو ایک خالص قدر جانتا رہا ہے اور انہیں حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کا حربہ استعمال کرتا رہا ہے اور اسے ہی

اپنا مقصد و محور جانتا رہا ہے۔

سرگذشت آدم اندر شرق وغرب
بہر خاکی فتنہ های حرب و ضرب
یک "عروس"! وشوہر اومایمہ
آن فسونگربی ہمہ ہم باہمہ

انفاق وایثار ، قربانی ، مساکین کی مدد ، خدمت خلق ، ماتحتوں پر رحم اور زکوۃ کی ادائیگی کے سلسلے میں اسلام کی تمام اخلاقی قدریں اور تاکیدات اس اصول اور بنیاد پر استوار ہیں کہ ایک مومن انسان خداوند متعال کو حقیقی مالک سمجھتا ہے۔

"اَنفِقُو مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ"(۱۵)

(اس سے جو در حقیقت خدا کا مال ہے اور خداوند کریم نے اس میں تمہیں اپنا جانشین قرار دیا ہے ، بخشش وعطا کریں)۔

جب تک انسان کی نظر میں دنیا ایک بے قیمت اور فانی اور ختم ہو جانے والی متاع نہ ہو اس وقت تک اس کے متعلق زہد اور بے رغبت نہیں ہو سکتا۔

البتہ یہ عقیدہ دنیا کے امور میں سستی ، بے پروائی کا باعث نہیں ہوتا بلکہ انسان کو مال ومنال کی قید اور دنیاوی طاقت کی زنجیروں سے رہائی کا باعث بن کر اس کے لئے معنوی وروحانی عروج کا راستہ کھول دیتا ہے ۔

ارشاد خداوندی ہے :

"قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي اَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ"(۱۶)

اے پیغمبر! کہہ دیں کس نے اللہ کی پیدا کی ہوئی زینتوں اور پاک رزقوں کو اس کے بندوں پر حرام کیا ہے ؟

ایک اور آیت میں یوں ہے :

وَكُلُو وَاشْرَبُو وَلَا تُسْرِفُو اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ(۱۷)

"کھاؤ اور پیؤ اور اسراف نہ کرو ، بے شک خدا اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

قرآن ہمیں ہرگز بیکاری اور سستی وکاہلی کی دعوت نہیں دیتا اور یہ نہیں چاہتا کہ اسلامی معاشرہ ایک پسماندہ اور مفلس معاشرہ ہو۔

دل به رنگ وبوی کاخ وکومده
دل حریم اوست جزبا اومده
مردن بی برگ وبی گورو کفن
گم شدن در نقره و فرزند و زن

اور قرآن کریم کے بیان کے مطابق "اِنَّمَا اَموَالُکُمْ وَاَولَادُکُمْ فِتْنَۃٌ"(۱۹) ایک اور آیت میں ہے:

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوّاً لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ "(۲۰)

یعنی " بے شک آپ کی بعض بیویاں اور اولاد آپ کے دشمن ہیں ' پس ان سے بچ کر ' محتاط رہو۔"

دنیا اور اس کے ذخائر و وسائل سے دل لگانے اور وابستہ ہونے پر سرزنش کی گئی ہے ' اس لئے کہ

اَلْقَلْبُ حَرَمُ اللّٰہِ وَلَا تَسْکُنْ حَرَمَ اللّٰہِ غیرَ اللّٰہِ "

(دل اللہ کا حرم ہے اور اس حرم اللہ میں خدا کے غیر کو سکونت نہ دو)

اور اسلامی ثقافت کا یہ اصول بہت سی اخلاقی اور معاشرتی قدروں کی بنیاد ہے کہ حقیقی زہد و حقیقی معنوں میں قناعت معاش کی تلاش و جستجو کی اقسام میں سے ایک ہے۔

ان چار اصولوں میں سے وہ آخری اصول جس پر علامہ اقبال نے اظہار خیال کیا ہے وہ یہ ہے کہ "حکمت خیر کثیر ہے" سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَمَنْ یُؤتَ الحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوتِیَ خَیراً کَثِیراً"(۲۱)

(جس کسی کو حکمت دی گئی ' اس کو خیر کثیر دیا گیا ہے۔)

اور ایک طرف سے یہ حدیث ہے:

"خُذِ الحِکْمَۃَ وَلَو مِن اَہلِ النِّفَاقِ "

حکمت کو حاصل کر ' اگرچہ اہل نفاق سے کیوں نہ ملے۔

گفت حکمت را خدا خیر کثیر

هر کجا این خیر را بینی بگیر(۲۲)

اس اصول میں حکمت بے ہدف علم و آگہی کے مقابلے میں قرار پایا ہے۔

علم بی عشق است از طاغوتیان
علم باعشق است از لاہوتیان(۲۳)

اگر مغرب کی سرزمین میں دولت ' ثروت' مادیات کی فراوانی خیر کثیر سمجھی جاتی ہے اور قدروں کا معیارو میزان' انسانوں کی ثروت و دولت ہے اور ان کے نزدیک ٹیکنالوجی ' صنعتی طاقت کا علم' اصول ہے ' ان دو رجحانات کے مقابلے میں قرآن کی دنیا میں "حکمت" خیر کثیر ہے اور امت اسلامی میں یہ اصول ایک ثقافتی رکن اور معنوی بنیاد سمجھا جانا چاہیے ۔

قرآن کریم ' پیغمبر اکرم ' ائمہ معصومین اور اولیاء دین نے جس سائنس اور معرفت کے حاصل کرنے کے سلسلے میں بے شمار تاکیدیں کیں اور احکام دیئے ہیں' وہ علم اس چیز سے مختلف ہے جس کو مغرب کی سرزمین میں علم و آگہی سمجھا جاتا ہے ۔

دانش حاضر حجاب اکبر است !
بت پرست وبت فروش وبت گراست
پا به زندان مظاہر بسته ای
از حدود حس برون ناجسته ای (۲۴)

سورہ روم میں ارشاد ہوتا ہے :

يَعْلَمُونَ ظَاهِراً مِنَ الْحَيٰوةِ الدُّنيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخرةِ هُمْ غَافِلُونَ"(۲۵)

یہ لوگ تو دنیا کی ظاہری زندگی کو ہی جانتے ہیں اور آخرت کی زندگی سے غافل ہیں۔

یہ علم نہ فقط خیر کثیر نہیں ہے بلکہ حجاب اکبر ہے اور اس حدیث شریف کا مصداق ہے کہ "العلم هوالحجاب الاكبر"

اس گہرے نکتے کی طرف علامہ اقبال کی توجہ اسلامی معاشروں میں مغربی بصیرت کے اثر ونفوذ کی گہرائی پر غور فکر کرتے ہوئے ' جو اندھی تقلید سے صرف فطرت کی سائنس کو اپنی سعادت کا سرمایہ سمجھتے ہیں' اس اصول کی اہمیت کو واضح کرتی ہے ۔

اسلامی معاشرے دو بصیرتوں کی طرف سے دھمکائے اور ڈرائے جارہے ہیں ' ایک ثروت ومال کی

قدر کو اصولی بصیرت قرار دینا اور یہ کہ قدرتی ذخائر وسائل کا موجود ہونا خیر کثیر سمجھا جائے اور دوسرے یہ کہ مغربی سائنس اور تسخیر فطرت کی دانش کو معاشرے کی ترقی کا اصلی سرمایہ سمجھا جائے۔

دونوں کے مقابلے میں یہ قرآنی اصول کہ حکمت خیر کثیر ہے ' اسلامی معاشروں میں اس پر روشنی ڈالی جانی اور اس کی تبلیغ کی جانی چاہیے ۔ وہ روشن خیال یا مفکر جنہوں نے اسلامی معاشروں میں مسلمانوں کی ارتقاء کے واحد راستہ کو مغربی علوم و سائنس سے مسلح ہوجانا سمجھ رکھا ہے اور کان ' آنکھیں بند کرکے مغرب نے جو کچھ بھی انھیں دیا ' قبول کیا ہے اور مسلمان نوجوانوں کو اس کی طرف ہدایت کی ہے اور اپنے تعلیمی نظام میں مغرب کی تقلید کی ہے ' وہ بڑی غلطی سے دچار ہوئے ہیں انہوں نے "سائنس" کو خیر سمجھا ہے ' حالانکہ اقبال کی تعبیر میں :

علم رابی سوزدل خوانی شراست
نور او تاریکی بحروبر است !
سیر واژونی دہد ایام را
می برد سرمایہ اقوام را(۲٦)

پس وہ خیر جسے مسلمانوں کے نظام بصیرت میں تثبیت اور استوار ہونا چاہیے ' وہ حکمت ہے نہ کہ تنہا سائنس ' حکمت اپنی علمی وحقیقی تاثیر کے ساتھ گہری معرفت بھی ہے جو کہ انسان کی خود سازی اور ابلیسی نفس پر مسلط ہو جانے سے شروع ہوتی ہے اور حکمت کا نقطہ آغاز بھی وہی تزکیہ ہے کہ جس کے بغیر کتاب تشریع وتکوین کا علم بھی معاشروں کے لئے فائدے کا حامل نہ ہوگا۔

حکمت ' علامہ اقبال کی رائے میں وہ حقیقت ہے جو آدمی کے شہوت اور غضب کو کنٹرول کرتی ہے ' عالموں اور روشن خیالوں کا یہ فریضہ ہے کہ ایک طرف سے اسلامی معاشروں کو ہمیشہ و متواتر دانش ' سائنس ' صنعت و ٹیکنالوجی کی طرف دعوت دیں اور انسان کے اندھے نفس کو 'جو حیوانی خواہشات اور جہالت سے اندھا ہوچکا ہے ' اسے بینائی کی نعمت پہنچائیں ' اس بناء پر اس آخری شعر میں فرماتے ہیں :

کورا را بیننده از دیدار کن
بولہب را حیدر کرار کن(۲۷)

محکمات دنیائے قرآن پر ' جو ہماری نظر میں خالص اسلامی ثقافت کی بنیادیں ہیں ' دوبارہ نظر ڈالنا

ہوگی اور انہیں اپنانا ہوگا' اور علامہ اقبال نے قرآنی محکمات سے جو چار اصول بیان کیے عمل پیرا ہونا ہوگا کیونکہ ان چار اصولوں میں تمام انفرادی ' معاشرتی ' اقتصادی ' سیاسی اور اسلامی ثقافت کے تمام خطوط کی قلم رو اور میدان واضح ہوتے ہیں اگر مسلمان معاشرے ان محکمات قرآنی کی پیروی کریں تو اسلامی معاشرہ اور اسلامی ثقافت وجود میں آ سکتی ہے اور یہ سب کچھ مسلمان معاشروں کا' دنیائے قرآن اور معاشرے میں فکری فضا قائم کرنے طرف واپسی اور بازگشت سے حاصل ہوگا

گر تومی خواہی' مسلمان زیستن
نیست ممکن' جزبہ قران زیستن(۲۸)

وہ مسلمان معاشرہ جو قرآنی ماحول کی طرف نہ لوٹے اور اپنی بصیرت وبصارت کو قرآنی اصول اور قدروں پر منطبق نہ کرے وہ اپنی ثقافتی حقیقت کو نہیں پاسکتا اور وہ ہمیشہ دنیا کی مادی دوڑ ' مغرب زدگی ' جمود اور جاہلانہ تعصبات کا شکار رہے گا متعہد اور روشن خیال مصلحین سمجھتے ہیں کہ مغربی فکری وثقافتی حصار سے نجات کی راہ صرف اور صرف قرآنی محکمات سے اخذ کردہ اصولوں کو اپنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے میں ہے اسی سے اسلام کی عظمت رفتہ بحال ہو سکتی ہے اور دین کو غربت سے نکالا جا سکتا ہے اور عصر حاضر کو بقول علامہ اقبال کے کمند میں لیا جا سکتا ہے۔

از حدیث مصطفٰی داری نصیب !
دین حق اندر جہاں آمد غریب
بہر آن مردی کہ صاحب جستجو است
غربت دین ندرت آیات اوست
دل بہ آیات مبین دیگر ببند
تا بگیری عصر نو را در کمند(۲۹)

يعلم ما تسرون و ما تعلنون (تغابن/ ٤)
خدا ان تمام چیزوں سے واقف ہے جنہیں چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔

حوالہ جات

۱۔ پس چہ باید کرد، ص، ۷۸۰ کلیات اقبال غلام علی اینڈ سنز

۲۔ کلیات، ص، ۵۳۹

۳۔ ن-مصدر، ص، ۵۴

۴۔ سورہ بقرہ آیہ، ۳۰

۵۔ سورہ حجر آیہ، ۲۹

۶۔ کلیات اقبال ص، ۷۱۴

۷۔ سورہ بقرہ آیہ، ۲۵۶

۸۔ آل عمران آیہ، ۸۵

۹۔ کلیات، ص ۵۴۳

۱۰۔ سورہ انعام، آیہ، ۵۷

۱۱۔ بقرہ، آیت، ۱۴۷

۱۲۔ کلیات، ۴۵۵

۱۳۔ نساء آیہ، ۵۹

۱۴۔ سورہ حج آیہ، ۶۴

۱۵۔ سورہ حدید، آیہ ۷

۱۶۔ سورہ اعراف، آیہ ۳۲

۱۷۔ اعراف، آیہ ۳۱

۱۸۔ کلیات، ص ۵۴۶

۱۹۔ سورہ تغابن آیہ، ۱۵

۲۰۔ تغابن، آیہ ۱۴

۲۱۔ سورہ بقرہ، آیہ ۲۶۹

۲۲۔ کلیات، ص ۵۴۷

۲۳۔ کلیات، ص، ۵۴۱

۲۴۔ اسرار و رموز ص، ۸

۲۵۔ سورہ روم آیہ، ۷

۲۶۔ کلیات، ص ۵۴۷

۲۷۔ کلیات، ص ۵۴۸

۲۸۔ کلیات، رموز بے خودی

۲۹۔ کلیات، ص ۱۲۳